امت مسلمہ کی تعلیم کا المیہ

ڈاکٹر حافظ حقانی میاں قادری، امریکا

سب سے پہلی وحی جو سیدنا، رسالت مآب، حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی وہ سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات پر مشتمل ہے۔ارشاد ربانی ہے۔﴿اقرأ باسم ربك الذی خلق، خلق الإنسان من علق، اقرأ وربك الأكرم، الذی علم بالقلم، علم الإنسان مالم يعلم﴾.

ترجمہ: پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ ،جس نے پیدا کیا، جمے ہوئے خون کے ایک لوتھڑے سے انسان کی تخلیق کی، پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے،جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا۔

آیات سے ظاہر ہے کہ یہ اس خدائے بزرگ و برتر کا انتہائی کرم ہے کہ اس حقیر ترین حالت سے ابتدا کر کے اس نے انسان کو صاحب علم بنایا، جو بنی نوع انسان کی بلند ترین صفت ہے، پھر انسان کو صرف صاحب علم ہی نہیں بنایا بلکہ اس کو قلم سے لکھنے کا فن بھی سکھایا، قلم جو بڑے پیمانے پر علم کی اشاعت وترقی، اور نسلاً بعد نسل اس کی بقا اور تحفظ کا ذریعہ ہے، اگر خدائے بزرگ و برتر انسان کو الہامی طور پر علم کی افادیت واہمیت اور قلم و کتابت کے فن کا علم عطا نہ کرتا تو انسان کی علمی قابلیت ٹھٹھر کر رہ جاتی اور اسے نشو ونما پانے اور پھیلنے اور ایک نسل کے علوم دوسری نسل تک پہنچنے اور آگے مزید ترقی کرتے چلے جانے کا موقع ہی نہ ملتا۔

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ " اول ما خلق اللّٰه القلم"."سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا"۔

مختصر یہ کہ ان آیات قرآنی اور مختلف احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے علم کی اہمیت وافادیت اجاگر ہو جاتی ہے۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعلیم وتعلم کو اس قدر سنجیدگی سے لیتے تھے کہ جب دشمنوں کے سپاہی مسلمانوں کی قید میں آتے تو ان سے کہا جاتا تھا کہ تم ہمارے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھاؤ، یہی تمہاری آزادی کا فدیہ ہے۔ نیز اس کے عوض ان سے انتہائی نرم اور بامروت سلوک کیا جاتا۔

مسلمانوں کے عروج کے زمانے کی بات ہے کہ صرف بغداد میں چھ ہزار کتب خانے تھے، خلیفہ ہارون

الرشید کی بیوی زبیدہ کی ذاتی لائبریری میں چھ لاکھ کتابیں تھیں، وہی بغداد جس کی گلیوں میں آج خون مسلم ارزانی کے ساتھ رواں ہے، وہاں ایک ایک گلی میں کتابوں کی سو سو دو کانیں تھیں۔ اٹھارویں صدی میں یورپ کی یونیورسٹیوں میں ابن سینا کی کتابوں سے میڈیسن اور فرامیسی کی تعلیم دی جاتی تھی۔

خلفائے راشدین کے دور میں جتنے سائنس دان معروف ہوئے وہ قرآن مجید سے پڑھ کر ہی تحقیق کیا کرتے تھے۔ان سائنس دانوں کو یورپ آج بھی تسلیم کرتا اور مانتا ہے۔ پھر عہد اموی اور عباسی میں بھی علوم وفنون اور سائنسی تحقیقات کو فروغ ملا، یہ سب باتیں اس وقت رونما ہوئیں جب مسلمان علم سے محبت رکھتا تھا، قرآن وحدیث اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کرتا تھا۔ علوم کی ترویج وترقی، تراجم وتحقیقات اور علمی ادارے ودرس گاہیں قائم کرنے پر بڑی بڑی رقوم خرچ کی جاتی تھیں۔

آج مسلمان بحیثیت مجموعی دولت کے انبار جمع کرنے، ان میں مسلسل اضافہ کرنے کی دھن میں لگا ہوا ہے، اسے علمی اداروں کے قیام، تحقیقاتی مراکز قائم کرنے، مدارس کی ترقی وتعمیر میں کوئی خاص دل چسپی ہے ہی نہیں۔ ہم بڑی مشکل سے ان علمی میناروں پر بڑی مشکل سے دل پر جبر کر کے کچھ خرچ کرتے ہیں۔ پھر اس کا انجام بھی ہمارے سامنے ہے، علم وتحقیق کی کمی، محققین واسکالرز خواہ وہ سائنسی محققین ہوں یا دینی علوم کے محققین وماہرین، ان کی ناقدری کی وجہ سے ہم ہر طرف سے مار کھا رہے ہیں۔

آیئے! اب میں آپ کو تصویر کے دوسرے رخ کی ہلکی سے جھلک دکھاتا ہوں۔ صرف ریاست ہائے متحدہ امریکا میں مسلمانوں نے گیارہ سو بلین ڈالر بینکوں میں رکھے ہوئے ہیں، جب کہ مسلمان ممالک میں غربت انتہائی عروج پر ہے۔ ہمارے مسائل کا ایک بڑا حل تعلیمی ترقی میں ہے اور تعلیم کی ترقی وترویج کے لیے قوم کو صحیح معنی میں تعلیم یافتہ بنانے کے لیے رقم خرچ کرنی پڑتی ہے۔

ذاتی طور مسلمان اور مسلم حکمران اور حکومتیں بھی تعلیم پر رقم خرچ نہیں کرتے۔ امریکا میں پانچ ہزار سے زائد جامعات ہیں۔ اور اکسٹھ مسلمان ممالک کی جامعات کو گن لیں تو وہ پانچ سو سے کم بنتی ہیں، اس تعداد کو مسلمانوں کی آبادی پر تقسیم کریں تو تیس لاکھ نوجوانوں کے لیے ایک یونیورسٹی بنتی ہے، ساری دنیا کے چالیس فی صد نوجوان یونیورسٹی کی سطح تک تعلیم حاصل کرتے ہیں اور مسلم دنیا کے صرف دو فی صد نوجوان یونی ورسٹی کی سطح تک پہنچ پاتے ہیں۔

اب آیئے پاکستان کی طرف جو مسلم دنیا کا جوہری ملک مانا جاتا ہے۔ وہ تعلیمی جدول میں ایک سو اڑتالیسویں نمبر پر کھڑا ہے۔ ہمارے ملک میں صرف دو فی صد لوگ گریجویٹ ہیں۔

پاکستان میں ہر سال ڈھائی سو سے تین سو ریسرچ اسکالرز اپنے اپنے شعبہ میں پی ایچ ڈی کی ڈگری

حاصل کرتے ہیں۔ جب کہ پڑوسی ملک انڈیا میں یہ تعداد ہزاروں میں ہے۔ صرف امریکا میں چوبیس لاکھ افراد اپنے اپنے شعبے میں ریسرچ کر رہے ہیں۔ جب کہ پوری مسلم دنیا میں صرف پینتیس ہزار ریسرچ اسکالرز ہیں۔ ہماری پڑوسی ممالک، چین اور انڈیا مین بالترتیب نو سو اور آٹھ ہزار چار سو سات جامعات ہیں، یہ دونوں ممالک ہر سال نو لاکھ پچاس ہزار انجینئرز پیدا کر رہے ہیں۔

پوری دنیا میں ایک بھی ایسی اسلامی یونی ورسٹی نہیں جس کا مقابلہ ہم یورپ کی کسی یونی ورسٹی سے کر سکیں۔

بدقسمتی سے اسلامی دنیا کے پاس ہر قسم کے بیش بہا وسائل کی موجودگی کے باوجود شعبہ تعلیم پر قطعاً توجہ نہیں دی جارہی ہے، کیوں کہ شخصی حکومتوں کو ہمیشہ یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ عوام تعلیم حاصل کرنے کے بعد حقوق سے آگاہ ہو جائیں گے، جو کہ حکمرانوں کے مفاد میں نہیں ہوتا۔ اسی تعلیم کی کمی کے باعث مسلمان معاشی طور پر بھی کمزور ہیں۔ بدقسمتی یہ ہے کہ مسلمان کوکا کولا، پیپسی، سب وے، پزا ہٹ، میکڈانلڈ، ڈنکن ڈونٹ، کے ایف سی، فلپس اور بے شمار مصنوعات اور اشیا کھاتا ہے، پیتا ہے، استعمال کرتا ہے اور مستاتا ہے، لیکن ان کا مقابلہ نہیں کرتا۔

اکٹھے اسلامی ممالک کی برآمدات کو ہالینڈ جیسا چھوٹا سا ملک تجارت میں شکست دے دیتا ہے، جو پھولوں کی سب سے بڑی برآمد کرتا ہے۔ یہی تعلیم کی کمی ہے جس کے باعث مسلم دنیا دفاعی میدان میں بھی کمزور ہے، جہاں تک دفاعی نظام کا تعلق ہے تو اسلامی دنیا کے علاوہ باقی دنیا پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ مؤثر دفاعی نظام کسی طرح کے جدید اسلحہ یا تکنیک پر منحصر نہیں ہوتا، بلکہ اپنے ملک کے عوام کے اعتماد اور حوصلے کا پابند ہوتا ہے، یہ اعتماد اور حوصلہ صرف اور صرف بہترین نظام تعلیم کا رہین منت ہے۔ یہ اسی تعلیمی بلندی کا نتیجہ ہے کہ یورپ و امریکا کے طیارے فضا میں اڑتے ہوئے تیل (ایندھن) بھر سکتے ہیں۔ تعلیمی ترقی کے باعث وہ چاند پر پہنچ گئے اور ہمیں چاند نظر نہیں آتا۔

ہاں! ان مسائل کا ایک حل ہے۔ قرآن وحدیث میں تحصیل علم کی جو اہمیت و افادیت بتائی گئی ہے اُسے دل سے مانتے اور تسلیم کرتے ہوئے ہر مسلمان اپنی آمدنی کا دس فی صد حصہ تعلیم کے فروغ کے لیے خرچ کرے، سیاسی قائدین اور سیاسی جماعتیں، عوام اور طلبا کو بطور چارہ استعمال نہ کریں، حکمران عوام کی امانت کو شیر مادر سمجھ کر ہڑپ نہ کریں، پوری قوم سنجیدہ ہو کر تعلیمی انقلاب بپا کرنے کی ٹھان لے تو یہ پُر امن تعلیمی انقلاب بپا ہونے میں دیر نہیں لگے گی۔

☆☆......☆☆